خصوصی سیکشن: عالمی قدری زنجیریں—پاکستان کے لیے مضمرات

خ1.1 تعارف

عالمی قدری زنجیریں (جی وی سیز) 1995ء تا 2008ء کے دوران گلوبلائزیشن اور عالمی جی ڈی پی نمو کے پس پشت سب سے زیادہ نمایاں قوت رہیں۔[1] گذشتہ دو عشروں میں عالمی تجارت کا پیمانہ اور ضابطہ جی وی سیز کے گرد منظم ہو چکا ہے اور ان کے مطابق چلتا ہے۔ اس امر کی عکاسی اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ جی وی سی سے متعلق تجارت مجموعی عالمی تجارت کا 48.1 فیصد ہے (شکل خ1.1)۔

شکل خ1.1: عالمی تجارت کی روایتی نیٹ ورک اور عالمی قدری زنجیر میں تقسیم

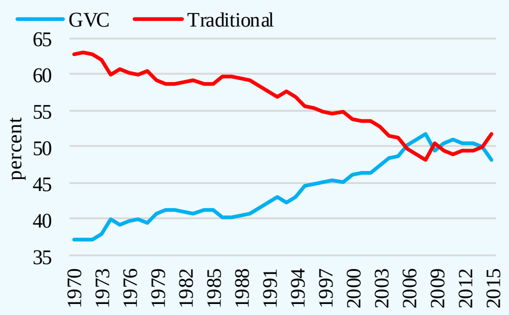

Data source: World Bank (2019); Johnson and Noguera (2017)

مذکورہ بالا کی روشنی میں سیکشن کے مقاصد یہ ہیں: (i) جی وی سیز کی اہمیت پر روشنی ڈالنا اور ان کی ساخت اور تنظیم کے حوالے سے ابھرتے ہوئے رجحانات پر تبصرہ؛ (ii) جی وی سیز میں پاکستان کی حالیہ صورتِ حال کے رسمی حقائق پیش کرنا؛ (iii) پالیسی مضمرات اور عالمی اقتصادی نیٹ ورک میں ملک کے انضمام کو بڑھانے کے لیے مستقبل کے امکانات کی وضاحت۔ بالخصوص، سیکشن اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ جی وی سیز میں اپنا حصہ بڑھائے بغیر پاکستان کے لیے برآمدات کے نتیجے میں ہونے والی پائیدار نمو کا حصول دشوار ہے۔

خ1.2 عالمی قدری زنجیروں کی اہمیت

جی وی سیز کاروباری نیٹ ورک ہیں جن میں کوئی ایک جنس / خدمت حتمی پرزہ بندی (assembly) یا فراہمی سے پہلے کم از کم ایک سرحد، اور عموماً کئی سرحدیں پار کرتی ہے۔ مثال کے طور پر، آئی فون کی تیاری کا ڈیزائن اور انجینئرنگ کے عناصر امریکہ میں مکمل ہوتے ہیں جبکہ پرزہ بندی اور پیکیجنگ بیرون ممالک جیسے چین اور ویتنام میں ہوتی ہے؛ یہ حتمی آوٹ پٹ کے لیے دوسرے ممالک، جیسے جنوبی کوریا اور جاپان سے بھیجے گئے اجزا استعمال کرتے ہیں۔ اس کے بعد پراڈکٹ دوبارہ امریکہ (اور دوسری مقصود معیشتوں میں) برآمد کی جاتی ہے تاکہ اس کی حتمی شکل میں مارکیٹ اور فروخت کی جا سکے۔

[1] ماخذ: اقتصادی ترقی پر جی وی سیز کے اثرات کی پیمائش اور تجزیہ، واشنگٹن ڈی سی، عالمی بینک (2017ء)

گذشتہ دو عشروں میں جی وی سیز کے انتہائی اہم ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ممالک کو متنوع وسائل کے انحصار پر قابو پانے کے لیے ذرائع فراہم کر کے انھیں اس قابل بناتی ہیں کہ وہ خام مال اور ثانوی خام مال (ان پٹ) درآمد کر سکیں اور مزید پراسیسنگ سے ان کی قدر میں اضافہ کر سکیں۔ یہ دوہرے اثر کی حامل ہیں۔ اول، ممالک ان صنعتوں کو ترقی دینے کے قابل ہو چکے ہیں جن میں وہ مسابقتی برتری رکھتے ہیں، حتیٰ کہ اس کے لیے اگر ان کے پاس مقامی طور پر وسائل دستیاب نہ بھی ہوں، یا اگر مقامی وسائل کم تر معیار کے حامل ہوں یا کم مقدار میں ہوں (بیک ورڈ انضمام)۔ دوم، یہ ممالک کو مقامی طور پر تیار کردہ / پراسیس کردہ اشیا کو خام یا نامکمل شکل میں برآمد کے قابل بناتا ہے (فارورڈ انضمام) جس میں وہ مکمل اضافۂ قدر کے چکر (گردش) پر مسابقتی برتری کے حامل نہیں ہو سکیں گے۔ یہ جی وی سیز کے ساتھ وابستہ ممالک کو ان کی برآمدات میں نمو کے پائیدار نمونے کی جانب لے جاتے ہیں جو مجموعی عالمی طلب کے ساتھ بھی اور زیادہ ہم آہنگ ہوتی ہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ جی وی سی میں شرکت سے بہت سے ممالک کی برآمدات میں اضافہ ہوا ہے، اگرچہ درکار وسائل کی پیداوار کی مقامی دستیابی بہت معمولی یا موجود نہیں تھی۔ مثال کے طور پر، معمولی مقدار میں مقامی خام مال (کپاس یا سنتھیٹک فائبر) ہونے کے باوجود بنگلہ دیش مستقل طور پر لباس کی اپنی برآمدی اساس میں توسیع کر چکا ہے۔ مجموعی ٹیکسٹائل قدری زنجیر میں ایک پراسس جس میں وہ سستی مزدوری کے لحاظ سے مسابقتی برتری رکھتا تھا۔ اس کے نتیجے میں ملک نے ثانوی اشیا ان ممالک (مثلاً کپڑے اور دھاگے کے لیے پاکستان اور بھارت) سے درآمد کیں جو ان کی پیداوار میں مسابقتی برتری رکھتے تھے۔ جیسے ہی بنگلہ دیش کی جی وی سیز میں شرکت بڑھی، وہ یورپ اور شمالی امریکہ کی ملبوسات کی منڈیوں میں اپنی جگہ بنانے کے قابل ہو گیا۔[2] آج چین کے بعد بنگلہ دیش دنیا بھر میں ملبوسات اور کپڑوں کے لوازمات کا دوسرا بڑا برآمد کنندہ ہے۔ یہاں اس بات کی یاد دہانی بھی اہم ہے کہ بنگلہ دیش کی مجموعی برآمدات کا 85 فیصد سے زائد صرف ملبوسات پر مشتمل ہے اور یہ معیشت کی نمو کا سب سے اہم وسیلہ (انجن) ہے۔ اس کے اداروں کے جی وی سیز میں بڑھتے ہوئے انضمام سے گذشتہ چند برسوں میں جنوبی ایشیا کی تیز ترین نمو پذیر معیشت بننے میں مدد ملی ہے۔

ویتنام کامیابی کی ایک اور داستان ہے۔ مثال کے طور پر موبائل سازی کے زمرے میں ویتنام بنیادی طور پر بیرونی ڈھانچے اور حتمی پرزہ بندی پر توجہ مرکوز کرتا ہے اور دیگر ممالک جیسے امریکا، تائیوان، کوریا اور چین سے ہائی ٹیک اجزا، مثلاً نیم موصل (سیمی کنڈکٹر)، ڈسپلے اور ٹرن کیز درآمد کرتا ہے۔ وہ ممالک ٹیکنالوجی سے متعلق مصنوعات اور خدمات (ڈیزائن کے عناصر اور انجینئرنگ) کی تیاری میں مسابقتی

2 بنگلہ دیش کے لیے مستقل طور پر بلند برآمد اور اقتصادی نمو کے حصول میں جی وی سیز کے ساتھ ارتباط کے ساتھ ساتھ، آزاد سرمایہ کاری اور تجارتی پالیسیاں، ساختی مسائل کو حل کرنے پر توجہ، اور کلی معاشی استحکام جیسے عوامل بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ عالمی بینک کی بنگلہ دیش ڈویلپمنٹ اپ ڈیٹ (2019ء) کے مطابق اقتصادی "مضبوط کلی معاشی مبادیات، میگا پراجیکٹس میں سرکاری سرمایہ کاری کے تیز تر نفاذ، زراعت کے کم پیداواری شعبوں سے افرادی وسائل کو دور کرنے کی تحریک، ترسیلات زر کے باعث بلند ملکی طلب، اور برآمدات میں مسلسل نمو، جیسا کہ پیداوار چین کی طرف منتقل ہوئی ہے، سے پیداواری نمو کو مدد ملے گی"۔

برتری رکھتے ہیں، جبکہ ویتنام مزدوری سے متعلق اور پیمانہ بند امور(scale-based operations)، جیسے پرزہ بندی اور پیکجنگ کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کی وجہ سے ویتنام دنیا کا تیسرا سب سے بڑا اسمارٹ فون ایکسپورٹر بن گیا، اور سام سنگ کے اضافۂ قدر سے انتہائی مربوط ہو کر ادارے کے 40 فیصد موبائل آلات تیار کر رہا ہے۔ اسی طرح، تائیوان، چین اور جنوبی کوریا جیسے ممالک نے اپنی بنیادی اہلیتوں پر توجہ مرکوز کی اور اشیاسازی کی زنجیر کے آخری مراحل(higher-end stages) میں اپنے حصے کو مزید مستحکم بنایا۔

چنانچہ مجموعی لحاظ سے جی وی سیز کے نتیجے میں ترقی یافتہ اور ابھرتی ہوئی دونوں معیشتوں کو نمایاں منافع حاصل ہوا۔ ترقی یافتہ ممالک میں جی وی سیز نے مزید مسابقتی قیمتوں کے حامل خام مال، اشیا و خدمات کے اعلیٰ تنوع، اور کفایتِ حجم تک رسائی فراہم کی۔ ابھرتی ہوئی معیشتوں کے لیے جی وی سیز صنعت کاری کی طرف ایک تیز رفتار راہ سمجھی جاتی ہیں، جہاں ممالک موجودہ رسدی زنجیروں سے جڑتے ہیں، بجائے انھیں نئے سرے سے تیار کرنے کے۔ جی وی سی میں شرکت ابھرتی ہوئی معیشتوں کے لیے مزید سرمایہ کاری لانے میں بھی مددگار ہوتی ہے؛ تاہم یہ تعلق محض پسندیدگی تک محدود نہیں، کیونکہ سرمایہ کاریاں بھی معیشتوں کی وسیع تر پالیسی اور ادارہ جاتی فریم ورک پر لازماً انحصار کرتی ہیں۔

جی وی سیز تجارت، سرمایہ کاری اور معلومات کا ایسا ذریعہ ہیں جو اداروں کے لیے فوری تعلم، اختراع، اور صنعتی ترقی کے لیے طریقہ کار فراہم کرتے ہیں۔ اسی دوران، پیداوار بڑھتی ہے کیونکہ کاروباری ادارے بنیادی سرگرمیوں پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے سستی پیداوار کے مراحل کو منتقل(relocate) کردیتے ہیں۔ مزید برآں، کفایتِ لاگت کے طریقے کے طور پر آف شورنگ(بیرونِ سرحد خدمات کا حصول) نفع آوری کو بڑھاتی ہے جسے اختراعات کی کھوج میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

خ1.3 جی وی سیز کی تعمیرِ نو اور پاکستان کے لیے ابھرتے ہوئے مواقع

اگرچہ ویتنام اور بنگلہ دیش جیسے ممالک جی وی سیز میں شرکت کے ذریعے برآمدات کے لحاظ سے بھاری منافع اور اقتصادی نمو حاصل کر چکے ہیں، لیکن پاکستان عالمی پیداوار اور رسدی نیٹ ورک میں ایسی ہی موجودگی قائم کرنے سے قاصر رہا ہے۔ تاہم، فی الحال جی وی سیز کے حوالے سے درج ذیل پیش رفتیں جاری ہیں جو ملک کو اپنی تجارتی سرگرمیوں کو دوبارہ بحال کرنے اور موجودہ اور ابھرتی ہوئی عالمی قدری زنجیروں میں انضمام کو بہتر بنانے کا ایک موقع فراہم کرتی ہیں۔

اول، دنیا بھر میں اشیاسازی کی سرگرمیاں مزید مبنی بر خدمات ہو رہی ہیں۔ اضافۂ قدر کے لحاظ سے تجارتی بہاؤ ظاہر کرتا ہے کہ ٹرانسپورٹ لاجسٹکس، ابلاغ، اور مالی خدمات جی وی سیز میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ نتیجتاً، خدمات سے پیدا ہونے والی قدر بطور ثانوی ان پٹ عالمی اشیا

سازی کے مجموعی جی وی اے کے ایک تہائی سے زائد کی نمائندگی کرتی ہے، اور خدمات کی برآمدات کے اعداد و شمار مجموعی لحاظ سے (43 فیصد) بڑی حد تک اضافۂ قدر کے حوالے سے خدمات کی برآمدات کو گھٹا کر (21 فیصد) بیان کرتے ہیں۔[3]

دوم، اطلاعی ٹیکنالوجیاں انقلابی ماہیئتِ قلبی سے گزر رہی ہیں۔ کاروباری ادارے اور صارفین یکساں طور پر سوشل میڈیا، اینالیٹکس اور کلاؤڈ کمپیوٹنگ کے استعمال سے ہٹ کر دیگر شعبوں جیسے، منقسم کھاتوں کی ٹیکنالوجی (distributed ledger technology)، مصنوعی ذہانت، تکثیرِ حقیقت (reality augmentation)، اور مقداری کمپیوٹنگ کی جانب منتقل ہو رہے ہیں۔ ساتھ ہی ان پیش رفتوں سے معلومات کی توضیحی طور پر منتقلی اور اس تک رسائی میں مدد اور اضافہ ہوتا ہے، چنانچہ یہ مزید پراسیس اور سرگرمیوں کو منتشر اور/یا آؤٹ سورس کے قابل بناتا ہے۔

سوم، کھپت کے انداز بدل کر مزید شخصی (personalized) ہو رہے ہیں، جی وی سیز بھی کثیر پیداوار سے کثیر اختصاصیت (customization) کی طرف منتقل ہو رہی ہیں۔ اس کے نتیجے میں ایک جیسی مصنوعات کے لیے متنوع قدری زنجیریں بن رہی ہیں، جن کے لیے کسی ایک جغرافیائی مقام سے رسد پر انحصار کے بجائے خام مال مختلف مقامات سے حاصل کیا جا رہا ہے۔ پیداواری ممالک، میں مزدوری بڑھ جاتی ہے، جیسے چین بھی اپنی مسابقتی برتری سے جڑے رہنے کے لیے اپنے اداروں کو متبادل علاقوں (destinations) کی طرف دھکیل رہا ہے۔

شکل خ 1.2 الف: معیشت کی نوعیت کے اعتبار سے عالمی طلب میں حصہ

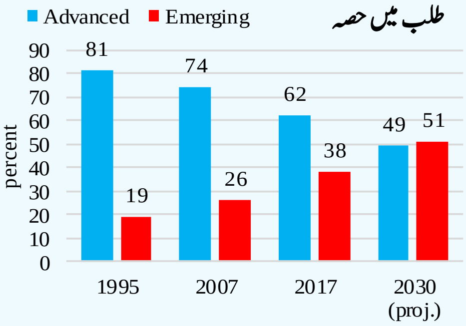

Data source: McKinsey Global Institute (2019)

شکل خ 1.2 ب: تیز ترین نمو پذیر ریٹیل منڈیوں کی سالانہ نمو کی پیش گوئی 2016ء تا 2021ء

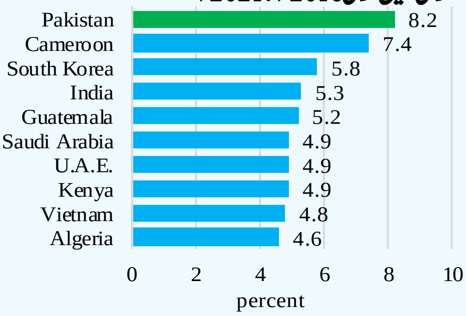

Data source: Euromonitor International (2017)

[3] او ای سی ڈی۔ عالمی قدری زنجیروں کا مستقبل- معمول کا کاروبار یا ایک نیا معمول؟ ستمبر 2017ء۔

چہارم، ابھرتی ہوئی معیشتوں، جیسے چین اور بھارت، میں طلب میں بتدریج اضافہ صرف آؤٹ سورسنگ مارکیٹ کے طور پر ہی نہیں بلکہ فروخت کاری کے لیے بھی ان علاقوں کی کشش بڑھا رہا ہے۔ توقع ہے کہ اگلے عشرے اور اس کے بعد تک قدری زنجیروں کا یہ راہ بدلنا جاری رہے گا کیونکہ ریٹیل مارکیٹ کی نمو کی مستقل بلند شرحوں کی وجہ سے امکان ہے کہ 2030ء تک مجموعی عالمی طلب میں ابھرتی ہوئی معیشتوں کا حصہ 50 فیصد ہو جائے گا (**شکل خ 1.2**)۔

ان پیش رفتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، اپنی برآمدات کو پائیدار نمو کی راہ پر لانے کے ضمن میں پاکستان کے لیے اس موقع سے فائدہ اٹھانا اور عالمی قدری زنجیروں کے ساتھ اپنی اشیاسازی کی سرگرمیوں کے روابط کو گہرا کرنا ناگزیر ہے، جیسے ٹیکسٹائل کے شعبے میں بنگلہ دیش کی کارکردگی رہی ہے (**شکل خ 1.3**)۔ اس پس منظر میں، درج ذیل سیکشن پاکستانی اداروں کے لیے ٹیکسٹائل، الیکٹرانکس اور آئی سی ٹی کے شعبوں سے متعلق پہلے سے قائم زنجیروں میں اپنے کاروباروں کی دوبارہ سمت بندی کے امکانات کا تجزیہ کرتا ہے۔

شکل خ 1.3 الف: ٹیکسٹائل خام مال کی درآمد

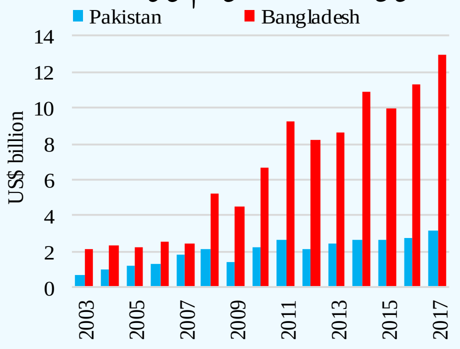

شکل خ 1.3 ب: ٹیکسٹائل تیار اشیا کی برآمد

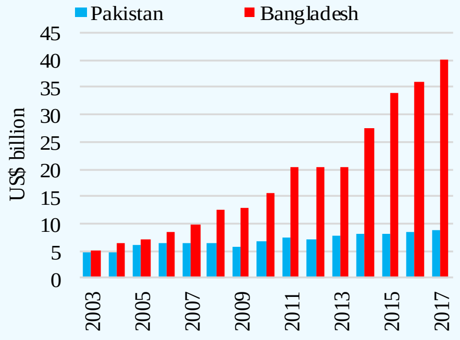

Data source: International Trade Centre

خ 1.5 پاکستان کہاں کھڑا ہے؟[4]

فی الوقت، پاکستان ان معیشتوں میں شامل ہے جو مختلف شعبوں کے حوالے سے جی وی سیز میں انضمام سے زیادہ سے زیادہ استفادہ نہیں کر سکی ہیں۔ حسبِ ذیل رسمی حقائق پاکستان کی برآمدات کے مواد کی قدرِ اضافی کی نمایاں خصوصیات اور عالمی پیداواری نیٹ ورک میں ان کی شرکت کی سطح پیش کرتے ہیں۔

4 اس سیکشن میں دیے گئے اعداد شمار ای او آر اے کے ڈیٹابیس سے لیے گئے ہیں جن کا رسمی حوالہ یہ ہے: کسیلا، بی آر۔ بولوبجین، ڈی۔ موران اینڈ کے۔ کانے موٹو (عنقریب)۔ عالمی قدری زنجیروں کے تجزیے میں بہتری: دی یو این سی ٹی اے ڈی - ای او آر اے ڈیٹابیس۔ ٹرانس نیشنل کارپوریشنز 26(3)۔ نیویارک اینڈ جنیوا: یونائیٹڈ نیشنز

- پاکستان کی برآمدات کی قدرِ اضافی کا خاکہ ظاہر کرتا ہے کہ ملک اپنی برآمدات کے غیر ملکی اضافۂ قدر کی مناسب سطح کے حصول سے قاصر رہا ہے۔ جیسا کہ شکل خ 1.4 میں دکھایا گیا ہے، پاکستانی برآمدات کا غالب حصہ ملکی قدرِ اضافی کا حامل مواد (یعنی، ملکی طور پر پیدا ہونے والی ثانوی اشیا کی قدر اضافی) پر مشتمل ہے۔ اس کے برخلاف، برآمدات کے غیر ملکی قدرِ اضافی کے حامل مواد، جو برآمدات کے لیے ثانوی یا حتمی اشیا / خدمات کی تیاری کے لیے درآمد کیا گیا تھا، خام مال کی قدرِ اضافی کے مطابق ہے، بہت کم ہے۔ مزید برآں، 20 برسوں (1995ء تا 2015ء) کے دوران برآمدات میں بیرونی قدرِ اضافی کی شرح میں 0.7 فیصدی درجے اضافہ ہوا (**شکل خ 1.4**)۔

شکل خ 1.4 الف: برآمدات کے قدرِ اضافی کے حامل اجزا 1995ء، 2005ء، 2015ء (فیصد حصہ)

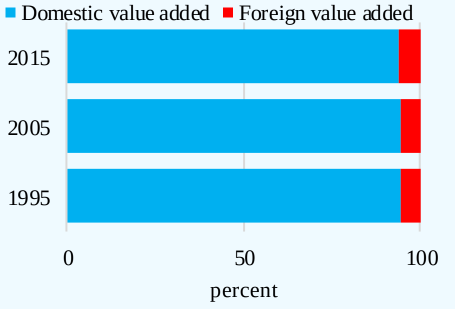

شکل خ 1.4 ب: قدرِ اضافی کے حامل اجزا کی برآمدات میں فیصد تبدیلی 2005ء تا 2015ء

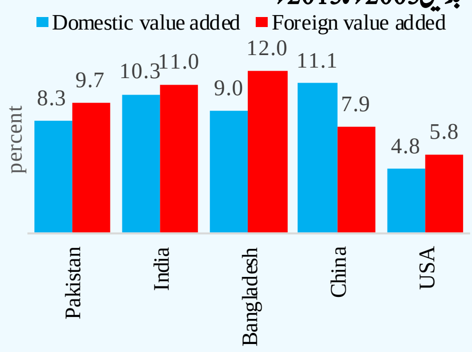

Data source: UNCTAD-Eora Global Value Chain Database

- پاکستان کی عالمی قدری زنجیر میں شرکت کی مجموعی ہیئتِ ترکیبی سے بھی اس مظہر کی عکاسی ہوتی ہے، جو بیک ورڈ اور فارورڈ شرکت کا مجموعہ ہے۔ اعداد و شمار سے پتا چلتا ہے کہ برآمدات میں بیک ورڈ شرکت کا حصہ (درآمد شدہ خام مال کا حصہ جو ملک برآمدی اشیا کے لیے استعمال کرتا ہے)، 2015ء میں صرف 5.6 فیصد تک ہی پہنچ سکا (**جدول خ 1.1**)۔ اس سے پاکستان کی تجارت کی دو اہم خصوصیات کی نشاندہی ہوتی ہے:

  i. برآمدات پست قدرِ اضافی کی حامل مصنوعات اور بنیادی اجناس پر مرتکز رہی ہیں، جن کے لیے عموماً درآمدی خام مال کی پراسیسنگ درکار نہیں ہوتی

ii. ملک نے درآمدات پر ٹیرف اور نان ٹیرف رکاوٹوں کی شکل میں سخت تجارتی پالیسی نافذ کی ہے- ثانوی اشیا پر پاکستان کے ٹیرف مشرقی ایشیا کی اوسط سے چار گنا ہیں۔[5] یہ برآمدی اداروں کے لیے بالآخر بلند پیداواری لاگت پر منتج ہوتا ہے اور ان عالمی منڈی میں ان کی مسابقتی صلاحیت کو ختم کر دیتا ہے۔

جدول خ 1.1: جی وی سی میں شرکت کا اشاریہ*

مجموعی برآمدات میں فیصد حصہ

	* مجموعی جی وی سی شراکت		** بیک ورڈ شراکت		*** فارورڈ شراکت	
	1995	2015	1995	2015	1995	2015
سنگاپور	80.5	70.7	68.9	57.9	11.7	12.7
ملائشیا	65.5	63.3	48.4	35.5	17.1	27.8
برطانیہ	52.2	58.9	26	25.3	26.2	33.7
ویتنام	44.9	57.1	27.5	35.6	17.4	21.5
فرانس	49.6	55.9	24.7	28.2	24.9	27.7
جرمنی	47.3	55.5	24.7	33.2	22.6	22.3
ترکی	43.9	51.8	19.1	28.5	24.8	23.3
جاپان	39.1	46.8	9.1	19.4	30	27.5
امریکا	38.4	44.5	9.3	13	29.1	31.5
چین	32.4	42.8	11.6	13.8	20.8	29
بھارت	33.1	40	9.4	14	23.7	26.1
پاکستان	**26.7**	**33.2**	**4.8**	**5.6**	**22**	**27.6**

* جی وی سی میں شرکت کا اشاریہ برآمدات میں بیک ورڈ اور فارورڈ شرکت کے حصے کا مجموعہ ہے

** بیک ورڈ شرکت درآمد شدہ ثانوی خام مال کا حصہ ظاہر کرتی ہے جو ملکی برآمدات میں استعمال کیا جارہا ہے۔

*** فارورڈ شرکت ثانوی خام مال کا حصہ ظاہر کرتی ہے جو ملک دیگر ممالک کو برآمد کر رہا ہے۔

اعداد و شمار کا ماخذ: یو این سی ٹی اے ڈی-ای او آر اے عالمی قدری زنجیر کا ڈیٹا بیس

- فارورڈ شرکت کی صورت میں، جس کی عکاسی پاکستانی برآمدات کی ثانوی اشیا کے حصے سے ہوتی ہے، جو دیگر ممالک کی برآمدات میں بطور خام مال استعمال ہوتی ہیں، میں پاکستان کی کارکردگی نسبتاً بہتر ہے۔ جیسا کہ **شکل خ 1.1** میں دکھایا گیا ہے پاکستان کی برآمدات کا 27 فیصد دیگر ممالک میں بطور خام مال استعمال کیا جاتا ہے۔ ان برآمدات میں سے بیشتر بنیادی زرعی اجناس سے اور ٹیکنالوجی کے پست استعمال والے اشیاسازی کے شعبوں (جیسے سوتی دھاگا اور کپڑا) میں تیار کی گئیں، اور چین، بنگلہ دیش اور ترکی کو

5 عالمی بینک 2020ء، ورلڈ ڈویلپمنٹ رپورٹ 2020ء: عالمی قدری زنجیروں کے زمانے میں تجارت برائے ترقی۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

بھیجی گئیں جو قدرِ اضافی کی حامل حتمی مصنوعات تیار کر کے بلند منافع کے حامل گارمنٹ اسٹورز جیسے زارا، مارکس اینڈ اسپینسر، ایچ اینڈ ایم کو برآمد کرتے ہیں۔[6]

شکل خ 1.5: مجموعی جی وی سیز میں تبدیلی - 2000ء تا 2015ء (ڈالر)

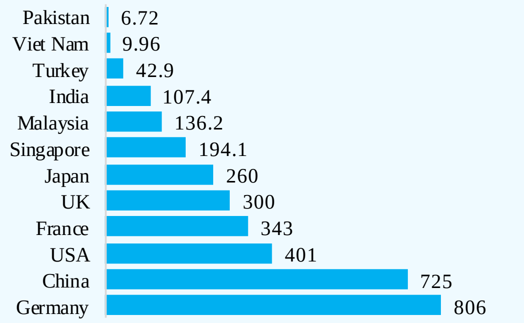

Data source: UNCTAD-Eora Global Value Chain Database

- 2000ء تا 2015ء کے دوران پاکستان اپنی جی وی سی شرکت میں صرف 6.7 ارب ڈالر کا اضافہ کر سکا (**شکل خ 1.5**)۔ 2015ء کی برآمدی فیصد کے طور پر ملک نے جی وی سی میں پست ترین شرکت کا مظاہرہ کیا۔ اس سے عالمی پیمانے پر اداروں کی مختلف سطحوں کے مابین مربوط لین دین کے نیٹ ورک میں پاکستانی کمپنیوں کی پست موجودگی کا اظہار ہوتا ہے۔
- پاکستانی برآمدات کا قدرِ اضافی مواد غالب طور پر ایک شعبے، ٹیکسٹائل اور ملبوسات، پر مرتکز ہے، جو ملک کی برآمدات کے ملکی اضافۂ قدر کے 60 فیصد کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ کیمیکل اور رنگ (dyes)، اعلیٰ معیار کی کپاس، انسانی ساختہ ریشے (ایم ایم ایف)، وغیرہ کی شکل میں اپنی برآمدات میں غیر ملکی اضافۂ قدر کا 3.8 فیصد کا بلند ترین مواد شامل کر چکا ہے۔
- 2015ء میں 50 فیصد سے زائد پاکستان کی برآمدات پانچ ملکوں: چین، امریکا، جرمنی، سعودی عرب اور برطانیہ، میں گئیں۔ مزید برآں، ان ممالک میں بھیجی گئی بیشتر برآمدات ٹیکسٹائل اور ملبوسات کی مصنوعات تھیں، جن کا چین کو بھیجی گئی مجموعی برآمدات میں بلند ترین حصہ 85.1 فیصد حصہ، اور سعودی عرب کی صورت میں پست ترین 48.7 فیصد تھا۔

باکس خ 1.1 جی وی سی میں موجودہ برآمدی شعبے کی موجودگی بڑھانے کی حکمتِ عملیاں

جی وی سیز میں شرکت بڑھانے کے لیے آسان طریقہ تو یہ ہے کہ ان شعبوں کو ہدف بنایا جائے جہاں ملکی کاروباری ادارے پہلے ہی عالمی روابط قائم کر چکے ہیں، جیسے ٹیکسٹائل اور بزنس پراسس آؤٹ سورسنگ (بی پی او)۔ یہ حکمتِ عملی حالیہ تعلق کو گہرا کرنے کا موقع ہی فراہم نہیں کرے گی بلکہ اداروں کے لیے اپنی مصنوعات کی اساس (بلند قدرِ اضافی کی حامل اشیا کی جانب) اور جغرافیائی وسائل / مقامات دونوں میں توسیع اور تنوع کا موقع دے گی۔ تاہم، مستقبل میں پاکستان کے لیے اپنے ان شعبوں جیسے لائٹ انجینئرنگ، آلات کی تیاری و مرمت کی خدمات کو ترغیب دینا ناگزیر ہے جو جی وی سی تجارت میں مستقل اپنا حصہ بڑھا رہے ہیں۔

6 مثال کے طور پر، 2018ء میں بنگلہ دیش کی مجموعی درآمدات میں پاکستانی ڈینم کا حصہ 24.7 فیصد درج کیا گیا۔

مذکورہ بالا کی روشنی میں یہ سیکشن ٹیکسٹائل، طبی آلات، اور بیرونِ ملک خدمات سمیت برآمدی شعبے کے لیے ورلڈ بینک اور ڈیوک یونیورسٹی کے گلوبل ویلیو چینز سینٹر کی تحقیقات کو استعمال کرتے ہوئے ارتقاپذیر جی وی سیز میں پاکستانی کے موجودہ برآمدی شعبوں کی شمولیت کے امکانات پیش کرتا ہے۔[7]

الف۔ ٹیکسٹائل

مالی سال 19ء کے دوران پاکستانی ملبوسات کی برآمدات (نٹ ویئر اور تیار لباس پر مشتمل) سے 4.5 ارب ڈالر آمدن ہوئی؛ گذشتہ دو عشروں کے دوران برآمدات میں تیزی سے اضافہ ہوا اور ان میں مالی سال 2000ء سے اب تک تقریباً 200 فیصد نمو ہوئی ہے۔ تاہم، یہ شعبہ بلند اکائی قیمتوں کی حامل مصنوعات کے زمرے، جیسے انسانی ساختہ ریشے پر مبنی (ایم ایم ایف) کی بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا نہیں کرسکا؛ بلکہ برآمدات کپاس پر مبنی مصنوعات پر مرتکز ہوگئیں، جن سے پست اکائی قیمت حاصل ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں، شعبے میں اضافۂ قدر کے پراسیس (طریقوں) میں ناگزیر روابط کی بھی کمی ہے، جن پر اگر توجہ مرکوز کی جائے تو روایتی طریقوں کے مقابلے میں زیادہ آمدن حاصل کی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر ادارے حقیقی آلات سازوں (او ای ایمز) اور ثانوی سطح کے قطع برید، تیاری، اور کانٹ چھانٹ (Cut, Make, & Trim) (سی ایم ٹیز) کی خدمات فراہم کرنے کے پست قدر کے حامل مراحل میں جمع ہوچکی ہیں، اور جی وی سیز کے سب سے زیادہ قدرِ اضافی کے مراحل یعنی حقیقی برانڈ سازی (او بی ایمز) اور حقیقی ڈیزائن سازی (او ڈی ایمز) میں سرگرم شرکت سے قاصر ہیں۔ او بی ایمز اور او ڈی ایمز میں روابط کی یہ عدم موجودگی مصنوعات کے تنوع اور ملک کے ملبوسات کے شعبے کی اپ گریڈیشن میں کمی کی وجہ ہیں۔

دنیا کے پانچویں بڑے کپاس پیدا کرنے والے ملک کے طور پر پاکستان کے لیے ملبوسات سازی کے اہم خام مال تک رسائی آسان ہے، جو اضافۂ قدر کے پراسیس میں بیک ورڈ روابط میں مددگار ہے۔ مزید برآں، شعبہ ان پہلوؤں کی صورت میں اپنے علاقائی ہمعصروں پر مسابقتی برتری رکھتا ہے: i) پست مزدوری؛ ii) جی ایس پی مع یورپی منڈیوں تک رسائی؛ iii) اداروں کی ملکی ملکیت اور ان کا عمودی انضمام؛ اور iv) قدری زنجیر کے ہر مرحلے پر معاونتی اداروں کا وسیع نیٹ ورک۔[8] ان فوائد سے استفادہ کرتے ہوئے ملبوسات کے شعبے نے پراڈکٹ اپ گریڈیشن میں معتدل کامیابی حاصل کی ہے: 2016ء میں ملک ڈینم ٹراؤزر سے منسلک اکائی قدر میں تیسرے نمبر پر اور کوانٹم برآمدات کے لحاظ سے چھٹے نمبر پر تھا۔ ملک کے بعض بڑے اداروں نے عالمی برانڈز جیسے ٹارگٹ، دی گیپ، لیویز اور سی اینڈ اے، وغیرہ کی رسدی زنجیر میں حصہ لینا شروع کردیا ہے۔

ب۔ طبی آلات

پاکستان طویل عرصے سے آلات جراحی برآمد کررہا ہے، اور دھاتی آلات کی تیاری میں برتری کا حامل ہے۔ سستی مزدوری کے علاوہ مصنوعات کی ایک وسیع رینج کی تیار استعداد اور جغرافیائی طور پر ایک واحد شہر سیالکوٹ میں مرتکز ہب (hub) بڑھتی ہوئی عالمی طلب کو پورا کرنے میں صنعت کی معاونت کرتا ہے۔[9]

7 یہ سیکشن متعلقہ صنعتوں میں فریقوں کے ساتھ ہونے والی بات چیت سے بھی کافی اکتساب کرتا ہے۔

8 پاکستان کے برآمدی شعبے، بشمول ٹیکسٹائل، کو رعایتی قرضے فراہم کیے جاتے ہیں، جیسے اسٹیٹ بینک کی برآمدی مالکاری اسکیم (ای ایف ایس) اور طویل مدتی مالکاری سہولت (ایل ٹی ایف ایف)

9 فی الحال، طبی آلات کی صنعت میں چند اداروں نے نسبتاً جدید مصنوعات، جیسے اینڈ اسکوپک آلات، لائپو سکشن ایکسیسریز، بائیوپسی پنچز، اور امپلانٹ ایبل اسٹیپلز، کی منڈی میں قدم رکھا ہے۔

تاہم، طبی آلات کی صنعت میں فی الوقت پاکستان کے قدم مضبوطی سے نہیں جمے ہیں۔ جی وی سیز میں شعبے کے روابط کے لحاظ سے مقامی شرکت کا 98 فیصد دقیق دھاتی آلات کے زمرے پر مرتکز ہے (**جدول خ 1.1.1**)۔ نتیجتاً، بڑے اداروں (ایم این ایز)، جو عالمی طبی آلات کے کاروبار پر چھائے ہوئے ہیں، نے پاکستان کی ملکی صنعت میں سرگرمی سے سرمایہ کاری نہیں کی، بلکہ اپنی پیداواری سہولتیں ملائشیا (پینگ)، میکسیکو (بجا کیلیفورنیا)، اور جمہوریہ ڈومینیکا (سانتو ڈومینگو) وغیرہ میں استوار کرلیں۔ یہ ایم این ای سرمایہ کاری ان ممالک میں مقامی صنعتوں کی مصنوعات اور پراسیس کی اپ گریڈیشن میں نمایاں حصہ لے رہی ہے۔

جدول خ 1.1.1: طبی آلات کی جی وی سیز میں پاکستانی اداروں کی موجودگی

تحقیق و پرداخت	اجزاسازی	پرزہ بندی	تقسیم	مارکیٹنگ اور فروخت	بعد از فروخت خدمات
پروٹوٹائپ	سافٹ ویئر کی تیاری	پرزہ بندی	سرمایہ جاتی آلہ	دل کی وریدوں سے متعلق	تربیت
پراسس ڈویلپمنٹ	برقی آلات	پیکیجنگ	تھیراپی کے آلات	ہڈیوں کی جراحت	مشاورت
ضوابطی منظوری	دقیق دھاتی کام	جراثیم کشی	آلاتِ جراحی و طب	عمومی سرجری	انتظامِ شکایات
مرمت و دیکھ بھال	پلاسٹک کے اخراجی آلات		قابلِ تلف اشیا	نفوذی نظام	دیکھ بھال / مرمت
	بُنے ہوئے کپڑے		قابلِ صرف اشیا	دیگر	

نمایاں کیے گئے خانے ان شعبوں کو ظاہر کرتے ہیں جہاں جی وی سیز میں پاکستانی ادارے موجود ہیں

اعداد و شمار کا ماخذ: عالمی بینک اور ڈیوک یونیورسٹی کا عالمی قدری زنجیر کا مرکز

چونکہ طبی آلات کی صنعت کی بڑھتی ہوئی طلب کو پورا کرنے کے لیے پاکستان بنیادی انفراسٹرکچر کا حامل ہے، لہٰذا مصنوعات اور پراسیس میں تنوع اور بین الشعبہ اپ گریڈیشن جی وی سیز میں شرکت بڑھانے کے لیے ناگزیر ہوگی۔ ایس ای زیز اور ای پی زیز (مع حسبِ قانون فوائد جیسے ٹیکس کی چھٹیاں، ڈیوٹی فری برآمدات / درآمدات، ایکویٹی کی ملکیت وغیرہ) کے قیام کا موجودہ اقدام بڑے اداروں کو راغب کر سکتا ہے جو مقامی صنعت پر مثبت اثر ڈالے گا۔ آخراً، نئے زمروں میں مصنوعات کا تنوع، جیسے کم سے کم نشتر زنی میں مستعمل آلات، قابلِ تلف اشیا، طبی ٹیکسٹائل اشیا، تھیراپی یا امپلانٹ کرنے والے آلات، اعلیٰ درجے کی جی وی سیز میں معقول حصہ تراشنے میں مقامی صنعت کی معاونت کر سکتا ہے۔

ج۔ آئی سی ٹی خدمات

پاکستان کی مستقبل کی برآمدات میں آئی سی ٹی خدمات سب سے زیادہ امید افزا شعبہ ہیں۔ یہ وہ شعبہ ہے جو 2000ء کے اوائل میں تقریباً موجود ہی نہیں تھا، گذشتہ عشرے میں تیزی سے ابھرا ہے۔ مالی سال 06ء تا مالی سال 19ء کے دوران سافٹ ویئر مشاورتی خدمات، کال سینٹرز، اور دیگر سافٹ ویئر و کمپیوٹر خدمات کے زمروں میں برآمدات کی دوہندسی نمو سے اس امر کا اظہار ہوتا ہے (**جدول خ 1.1.2**)۔

تازہ ترین دستیاب اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ محاصل کے لحاظ سے، عالمی بیرونِ ملک خدمات (global offshoring services) کی منڈی کا حجم 262 ارب ڈالر سے بڑھ کر 1.3 ٹریلین ڈالر ہو گیا ہے (2017ء کے مطابق)۔ بیرونِ ملک خدمات کی عالمی قدری زنجیر کے تین افقی زمرے ہیں: انفارمیشن ٹیکنالوجی کی آؤٹ سورسنگ

(آئی ٹی او)، بزنس پراسیسنگ آؤٹ سورسنگ (بی پی او) اور نالج پراسیس آؤٹ سورسنگ (کے پی او)، اور ایک عمودی زمرہ ہے جو بنیادی طور پر مالی شعبے سے متعلق ہے۔ حجم کے اعتبار سے 2017ء میں 52 فیصد کی مجموعی کاروباری قدر کے ساتھ آئی ٹی او غالب ہے، اس کے بعد 18 فیصد حصص کے ساتھ کے پی او ہے۔[10]

جدول خ1.1.2: آئی سی ٹی خدمات کی قدری زنجیر کی پاکستانی برآمدات

	ملین ڈالر میں			سی اے جی آر (مالی سال06ء تا19ء)
	مالی سال06ء	مالی سال10ء	مالی سال19ء	(فیصد)
الف۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی آؤٹ سورسنگ				
سافٹ ویئر کی مشاورتی خدمات	18.1	31.4	354.6	25.7
کمپیوٹر سافٹ ویئر کی برآمد/ درآمد	46.7	124.2	279.5	14.8
دیگر کمپیوٹر خدمات	5.9	29.6	155.0	28.5
ب۔ نالج پراسس آؤٹ سورسنگ				
تحقیق و پرداخت کی خدمات	3.8	5.2	17.3	12.4
قانونی خدمات	5.8	18.3	19.0	9.5
اکاؤنٹنگ، آڈیٹنگ، بک کیپنگ، اور ٹیکس مشاورت کی خدماتs	17.3	4.0	34.7	5.5
بزنس اینڈ منیجمنٹ کنسلٹنگ اور تعلقاتِ عامہ کی خدمات	47.2	87.5	144.8	9.0
ایڈورٹائزنگ، مارکیٹ ریسرچ، اور رائے عامہ کی پولنگ	20.0	20.9	108.8	13.9
ج۔ بزنس پراسس آؤٹ سورسنگ				
کال سینٹرز	0.0	16.6	98.7	دستیاب نہیں
د۔ عمودی سرگرمیاں				
مالی خدمات	70.1	89.7	107.8	3.4
بیمہ اور پنشن خدمات	28.6	41.8	45.0	3.6

اعداد و شمار کا ماخذ: اسٹیٹ بینک

بھارت، فلپائن، سری لنکا، میکسیکو وغیرہ کی پختہ کار منڈیوں کے مقابلے میں عالمی بیرونِ ملک خدمات کی برآمدات میں پاکستان کا 0.1 فیصد کے معمولی حصے کا حامل ہے۔ پاکستان کی بیرونِ ملک خدمات فراہم کرنے والے اداروں کی بیشتر سرگرمیاں آئی ٹی او اور بی پی او میں پست قدر اضافی خدمات کے گرد مرتکز ہیں، جو مجموعی بیرونِ ملک خدمات میں 65 فیصد کا مجموعی حصہ رکھتی ہیں؛ عمودی اور نالج پراسیس کی آؤٹ سورسنگ میں چند ادارے ہی سرگرم ہیں۔

خ1.5 پالیسی مضمرات اور مستقبل کے امکانات

روایتی تجارت میں اضافے کے لیے ممالک اپنی سرمایہ کاری کی پالیسیوں کو اپ ڈیٹ کرنے، آزاد تجارت کے معاہدوں اور اسٹرے ٹجک شراکت داروں کے ساتھ دوطرفہ سرمایہ کاری کے اقرار ناموں پر دستخط کرنے، علاقائی تجارتی انجمنوں کا حصہ بننے، اور ایف ڈی آئی اور

10 عالمی آئی ٹی-بی پی او آؤٹ سورسنگ ڈیلز کا تجزیہ، "سالانہ تجزیہ برائے 2017ء، کے پی ایم جی (2017ء)

مزدوری کے ضوابط کو نرم کرنے، وغیرہ پر انحصار کرتے ہیں۔ تاہم، جی وی سیز برآمدات کے اعتبار سے ایک کلیدی فرق یہ ہے کہ اس کے لیے ملک کی درآمدی پالیسی میں آزادی ضروری ہے، بالخصوص خام اور ثانوی مصنوعات اور خدمات کے حوالے سے۔ قدری زنجیر کے فارورڈ اور بیک ورڈ پراسیس دونوں میں کاروباروں کی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے یہ ناگزیر ہے۔

فی الوقت، عالمی برآمدی محاصل کے لحاظ سے الیکٹریکل اور مشینری، پیٹرولیم، کیمیکل، معدنیات، آلاتِ نقل و حمل، دھاتی مصنوعات، نیز مالی وساطت کاروں اور کاروباری سرگرمیوں نے پہلے پانچ درجات گھیر لیے ہیں۔ تاہم، عالمی سطح پر پاکستانی ادارے ان شعبوں میں معمولی جگہ بنا سکے ہیں (**شکل خ 1.6**)۔

شکل خ 1.6: اہم شعبوں کی برآمدات نیز عالمی برآمدات میں پاکستان کا حصہ (2015ء)

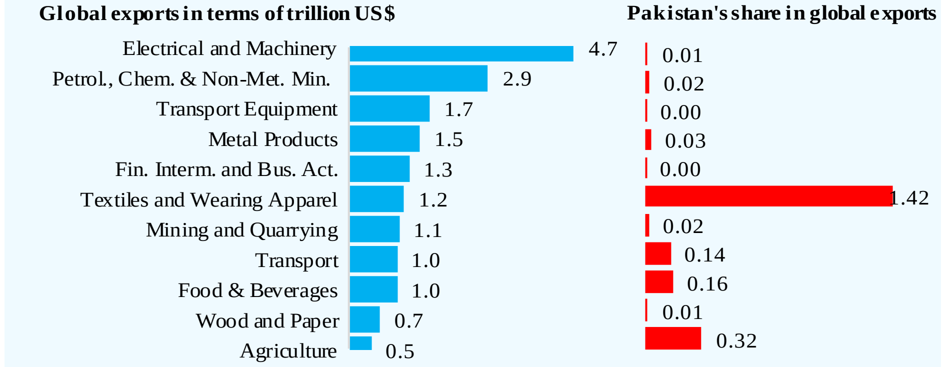

Data source: UNCTAD-Eora Global Value Chain Database

اختراعات، خودکاری طریقوں، اور انسانی مہارتوں کی سطح، جو کچھ اعلیٰ ٹیکنالوجی کی صنعتوں میں درکار ہوتی ہے، کی موجودہ سطح کے ساتھ پاکستان کے لیے قلیل تک وسط مدت میں ان کا حصول دشوار ہوگا۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا جی وی سیز میں پست قدرِ اضافی کے زمروں میں پہلی سطح پر ملک کے موجودہ برآمدی شعبے (ٹیکسٹائل، چمڑا، اور بیرونِ ملک خدمات وغیرہ) میں انفراسٹرکچر کی موجودہ اساس سے مؤثر طور پر استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ شریک ادارے موجودہ مصنوعات اور پراسیس میں اپنے تقابلی فائدے کو ایک بار پوری طرح حاصل کر لیں تو بالآخر مزید پیچیدہ پراسیس کا آغاز کر سکیں گی۔ مزید برآں، انسانی سرمائے کی تیاری کی اہمیت میں مبالغہ ممکن نہیں۔ بالخصوص مزدوری پر مبنی اور پست مہارتوں کے ساتھ اشیا سازی کی سرگرمیاں، جن کی پاکستانی ادارے جی وی سیز میں سب سے زیادہ تجارت کرتے ہیں، ان کا حالیہ جاری عالمی خودکاری اور ڈیجیٹائزیشن کی لہر میں سب سے زیادہ متاثر ہونے کا امکان ہے۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اگر ملک جی وی سیز میں بلند نمو کے شعبوں جیسے آئی سی ٹی اور مالی وساطت کی خدمات، میں نمایاں شرکت کی خواہش رکھتا ہے تو ان صنعتوں کی ارتقا پذیر مانگ کے لیے افرادی قوت تیار کرنے کے لیے بھاری سرمایہ کاری درکار ہوگی۔

ملکی کاروباروں کی نمو میں مدد کے لیے مؤثر اور ادارہ جاتی فریم ورک وضع کرنا ضروری ہے

جیسا کہ مالی سال 19ء کی سالانہ رپورٹ میں تفصیل سے واضح کیا گیا ہے، پاکستان میں ملکی سرمایہ کاروں کے لیے قانونی اور حقیقی پالیسی ماحول کے مابین فرق محدود سرمایہ کاری اور کاروباری ماحول کی ایک اہم وجہ ہے۔[11] بالخصوص، موجودہ سرمایہ کاری کا ارضی منظر مقامی کاروباروں کے لیے سہولت کاری کے لحاظ سے ناقص ہے، متعلقہ نگران اور ضوابطی حکومتی حکام کی ناکافی رہنمائی اور پالیسی کے ابلاغ کے طریقہ کار کے ساتھ ساتھ معاہدوں کے نفاذ اور تنازعات کے تصفیے کے ضمن میں ہونے والے مسائل اس کی جزوی وجہ ہیں۔ اس کے نتیجے میں سرمایہ کاروں کے لیے وسط تا طویل مدت میں اپنی کاروباری سرگرمیاں چلانا اور ان میں توسیع کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ملکی اداروں کو درپیش دستاویزیت کے بوجھل طریقہ کار، بدعنوانی کے واقعات، اور ٹیکس کے انتظام میں آسانی کے مجموعی فقدان کے ساتھ ناسازگار ٹیکس ماحول بھی اس ضمن میں قابلِ ذکر ہے۔

حوصلہ افزا طور پر گذشتہ چند برسوں کے دوران کاروباری ماحول میں خاصی بہتری دیکھی گئی ہے۔ جس کا اظہار عالمی بینک کی کاروبار میں آسانی کی درجہ بندی میں پاکستان کے 39 درجے اوپر آنے سے ہوتا ہے جو 2017ء کے 147 ویں درجے سے اوپر ہو کر 2019ء میں 108 ویں درجے پر آ گیا ہے۔ تاہم، اب یہ حکومت کے لیے لازمی ہے کہ وہ نہ صرف ان بہتریوں کو برقرار رکھے بلکہ انھیں مزید آگے بڑھائے۔ یہاں، کاروباروں کے لیے واضح ابلاغ اور پالیسی کی تائید کے ذرائع کے قیام؛ پالیسی عدم یقینی اور پیچیدگیوں کو کم کرنے کے لیے وفاقی و صوبائی حکام کے مابین بہتر اشتراک؛ جی وی سیز میں انضمام کی استعداد کے ساتھ ساتھ نمو کے امکان کا اظہار کرنے والے ملکی اداروں کے لیے مرکوز ترغیباتی پروگراموں؛ اور طویل مدتی مقاصد کے لیے اہم سمجھے جانے والے شعبوں میں سرمایہ کاریاں لانے کے لیے ریاستی اداروں کے مضبوط کردار پر بھی زور دینا چاہیے۔

ایم این ایز کی طرف کشش اور انضمام لازمی ترجیح ہونا چاہیے

گذشتہ دو عشروں کے دوران کثیر القومی کاروباری اداروں (ایم این ایز) کی بڑھتی ہوئی مقبولیت جی وی سی سے متعلق تجارتی سرگرمیوں میں اضافے کی ایک اہم وجہ ہے۔[12] اپنی منتشر اور عمودی طور پر مربوط آپریشنل چھاپ سمیت یہ کارپوریشنیں ترقی پذیر معیشتوں کے لیے بالخصوص اہم ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پہلے سے قائم عالمی پیداواری نیٹ ورکس میں آسانی سے ضم ہونے کا موقع فراہم کرتی

---

11 برائے تفصیلات، براہِ مہربانی دیکھیے: پاکستانی معیشت کی کیفیت پر اسٹیٹ بینک کی سالانہ رپورٹ، باب 7 بعنوان: پاکستان میں سرمایہ کاری کو محدود کرنے والے عوامل: کلی معاشیات سے آگے"۔

12 مثال کے طور پر، بالڈون، آر (2016ء) گریٹ کنورجنس، انفارمیشن ٹیکنالوجی اور نیو گلوبلائزیشن، ہارورڈ یونیورسٹی پریس اینڈ ڈکن، پی (2015ء)، عالمی تبدیلی: عالمی معیشت کے بدلتے ہوئے خدوخال کی نشاندہی، ساتویں اشاعت، گیلفورڈ پریس، نیویارک۔

ہیں۔ حالیہ تخمینوں کے مطابق ایم این ایز دنیا کی مجموعی پیداوار کے تقریباً ایک تہائی اور مجموعی برآمدات کے 80 فیصد پر مشتمل ہیں۔[13] خاص طور پر، ایم این ایز کی غیر ملکی وابستہ کمپنیوں کی پیداوار، جو 2000ء سے 2014ء کے دوران 7 ٹریلین ڈالر سے بڑھ کر 20 ٹریلین ڈالر تک ہو گئیں ہیں، میں تقریباً 60 فیصد مختلف جی وی سیز میں حتمی مصنوعات کی تیاری کے لیے استعمال ہونے والی ثانوی اشیا اور خدمات پر مشتمل ہے۔

حوصلہ افزا طور پر، حکومت نے شکایات سے نمٹنے، ملک اور شعبے سے مخصوص ٹاسک فورسز، سرمایہ کاری کی تلاش کی خدمات اور پالیسی کی تائید کے ذرائع وغیرہ، کے شعبوں میں سرمایہ کاری بورڈ (بی او آئی) کے دائرہ کار کو بہتر بنانے اور وسعت دینے کے لیے مختلف اصلاحات متعارف کروائی ہیں۔ عالمی بینک کی کاروبار کرنے کی درجہ بندی میں بھی اس ضمن میں کی جانے والی کاوشوں کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اگر اس طرح کے اقدامات جاری رکھے جائیں تو وہ آگے چل کر سرمایہ کاروں اور ایم این ایز کو ملک کی طرف راغب کریں گے۔

پاکستان کے لیے اپنی تجارتی پالیسی کو کشادہ کرنا ضروری ہے

پاکستان نے صدی کے آغاز پر اپنی علاقائی معیشتوں کے مقابلے میں دیر سے تجارتی کشادگی کی پالیسیاں اپنائیں۔[14] اس کا دوہرا اثر ہوا۔ اول، بلند نرخوں سے یہ ہوا کہ ہم عصر معیشتوں کے مقابلے میں خام مال کی لاگت بڑھ گئی جس کے نتیجے میں مسابقت ختم ہو گئی۔ دوم، وقت گزرنے کے ساتھ جب بالآخر ملک نے ٹیرف کو استدلالی خطوط پر استوار کرنا شروع کیا، تب تک بہت سے مسابقت کار پہلے ہی خریداروں اور رسد کاروں کے ساتھ بین الاقوامی تجارتی تعلقات قائم کر چکے تھے؛ یعنی پاکستان اپنا پہلا موقع گنوا چکا تھا، جب جی وی سیز توجہ حاصل کر رہیں تھیں۔

اگرچہ 2000ء کے اوائل میں ہی پاکستان میں ٹیرف کی کشادگی کا عمل خاصا مستحکم ہو چکا تھا تاہم شعبوں میں اطلاقی شرحیں یکساں نہیں تھیں۔ یعنی کچھ صنعتیں، جیسے گاڑیوں اور فولاد، کو زیادہ تحفظ دیا گیا جس نے برآمدات کے خلاف تعصبات کو ہوا دی۔ درآمدی اشیا پر بعض ضوابطی ڈیوٹیوں (آر ڈی) کے عائد کیے جانے نے بھی اس تامینی پالیسی کے اثر کو بڑھا دیا، یہ اقدام ابتدائی طور پر مالی سال 08ء کے

13 کیڈسٹن، سی۔، ڈی بیکر، کے۔، ڈیسنوئیرس-جیمز، آئی۔ ، میروڈوت، ایس۔، یے، ایم۔، اینڈریگو، ڈی (2018ء)۔ بین الاقوامی کاروباری ادارے اور عالمی قدری زنجیریں: تجارتی سرمایہ کاری کے تعلق سے متعلق نئی بصیرتیں۔ او ای سی ڈی سائنس، ٹیکنالوجی اینڈ انڈسٹری ورکنگ پیپرز، 2018ء(5)، 0_1-36۔ اس تحقیق میں فراہم کردہ تخمینے ایم این ایز کی "ہاتھ بھر" تجارت (یعنی ایم این ایز اور حتمی صارفین یا غیر ایم این ای اداروں کے مابین تجارت)، اداروں کے مابین تجارت (یعنی منسلک افراد یا پیرنٹ کمپنی کے مابین ایم این ای کے اندر تجارت) اور ان کمپنیوں کے مابین تجارت جن کی ملکیت کا کوئی ربط نہیں ہے لیکن وہ فرنچائزنگ، لائسنس یا معاہدوں کی دیگر اقسام کے ذریعے وابستہ ہیں، کو مدنظر رکھتے ہوئے حاصل کیے گئے ہیں۔

14 عالمی بینک۔ 2006ء۔ پاکستان-نمو اور برآمدات کی مسابقت۔ واشنگٹن، ڈی سی۔

ادائیگیوں کے بحران کے توازن سے نمٹنے کے لیے عارضی آلے کے طور پر اپنایا گیا تھا، تاہم وقت کے ساتھ یہ حکومت کے لیے محاصل پیدا کرنے والے آلے کے طور پر وسعت و اطلاق پا گیا۔ چنانچہ اس رجحان کی فوری اصلاح ضروری ہے۔

عالمی اقتصادی فورم کے مسابقت کے اشاریے کی 2019ء کی درجہ بندی کے مطابق، تجارتی کشادگی کے لحاظ سے 141 ممالک میں سے 138 ویں درجے پر ہے۔ علاقائی حریفوں، جیسے ویتنام اور بنگلہ دیش سے موازنہ کیا جائے تو وہ بالترتیب 91 ویں اور 119 ویں درجے پر ہیں، اور نان ٹیرف رکاوٹوں، تجارتی ٹیرف کی شرحوں، ٹیرف کی پیچیدگی، اور سرحد پر کلیرنس کی مستعدی کے نشانیوں میں کافی بہتر ہیں۔[15] پاکستان کی درجہ بندی، بالخصوص تجارتی ٹیرف کے ذیلی اشاریے میں پست کارکردگی کی وجہ سے کم زور ہے، جس میں پاکستان 141 معیشتوں میں سے 139 ویں درجے پر ہے۔

پالیسی کے تناظر میں حکام کے لیے ضروری ہے کہ برآمدات کی حوصلہ افزائی کے لیے قلیل اور یکساں اسٹرکچر اپنا کر ہموار اور معقول ٹیرف کے لیے کوشش کریں۔ مزید برآں، حکومت کی تجارتی کشادگی اور محاصل پیدا کرنے کے مقصد کے درمیان مؤثر توازن قائم کرنے کے لیے تجارتی پالیسی کا تعین کرنے والے حکام (جیسے وزارتِ تجارت) اور ٹیرف کا نفاذ کرنے والے اداروں (جیسے ایف بی آر) کے درمیان اشتراک ناگزیر ہے۔ اس سے درآمدی پالیسی میں انتہائی ضروری صراحت و شفافیت آئے گی، جس سے عدم یقینی کو کم کیا جاسکے گا اور کاروباروں کا اعتماد نیز اضافۂ قدر اور نوبرآمدی مقاصد کے لیے مسابقتی خام مال تک رسائی بہتر ہوگی۔

ٹریڈ لاجسٹکس اور سہولت کاری پر توجہ مرکوز ہونا چاہیے

روایتی تجارتی سرگرمیوں کے حوالے سے تجارتی بہاؤ کو تیز اور ہموار ہونا ضروری ہے، اور جی وی سی ماڈل کے تحت یہ ضرورت اور بڑھ جاتی ہے۔ ملک میں تجارت سے متعلق انفرااسٹرکچر کی حالات اور خدمات کی فراہمی بہتر بنا کر پاکستان جی وی سیز میں اپنے تجارتی امکانات کو وسیع طور پر بڑھا سکتا ہے۔ فی الحال، کسٹمز، انفرااسٹرکچر، بین الاقوامی ترسیل، اور لاجسٹکس کی اہلیتوں اور وقت کی پابندی کے لحاظ سے منتخب ہم عصر معیشتوں کے مقابلے میں پاکستان کی کارکردگی ناقص ہے (**جدول خ 1.2**)۔ دستاویزیت کے بوجھل تقاضوں، کلیرنس میں تاخیر، بندرگاہوں پر ہجوم، اور وقت کی پابندی کے ناقص ریکارڈ کے نتیجے میں عالمی بینک کی لاجسٹکس کارکردگی کے اشاریے میں ملک کی درجہ بندی 2010ء کے 110 ویں درجے سے گر کر 122 ویں درجے پر آچکی ہے۔

[15] عالمی مسابقت کی رپورٹ 2019ء: پیداواری نمو کے ضائع ہو جانے والے عشرے کو کیسے روکا جائے۔ عالمی اقتصادی فورم۔

جدول خ 1.2: ایڈجسٹڈ لاجسٹک کارکردگی کی درجہ بندی کا اشاریہ *#-ایک علاقائی موازنہ

	ایل پی آئی درجہ	کسٹمز	انفراسٹرکچر	بین الاقوامی ترسیل	لاجسٹک	پابندیِ وقت	2018/2010ء کی ایل پی آئی درجہ بندی میں تبدیلی
چین	27	30	24	18	27	29	0
بھارت	42	43	48	38	39	50	3
ویتنام	45	51	54	45	40	47	14
فلپائن	64	70	71	39	64	83	-16
پاکستان	95	104	100	79	80	112	-12
بنگلہ دیش	100	120	109	99	94	108	-21

ایڈجسٹڈ ایل پی آئی چار تازہ ترین (2012ء، 2014ء، 2016ء اور 2018ء) ایل پی آئی سروے کو ملا کر ایک "واضح تصویر" پیش کرتا ہے تاکہ ممالک کی لاجسٹک کارکردگی کو بہتر طور پر بیان کیا جاسکے۔

#163 ممالک میں سے درجہ بندی

اعداد و شمار کا ماخذ: عالمی بینک کا لاجسٹک کارکردگی کا اشاریہ

کسٹم کے طریقۂ کار کی ڈیجیٹائزیشن، ٹرانسپورٹ خدمات میں جدت، اور سڑکوں، ریلوے، اور بندرگاہوں کے طبعی انفراسٹرکچر پر مزید سرمایہ کاری اس خسارے کے کے حل میں دور رس ہوسکتی ہے۔ طلب کے بدلتے تحرکات جو تخصیص کو بڑھانے اور ترسیل کے اوقات کو کم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں، اور ایک مستعد لاجسٹکس اور کلیئرنس طریقہ کار کی ضرورت ناگزیر ہوچکی ہے۔ درحقیقت، بنیادی طور پر یہی وجہ ہے کہ بہت سی معیشتیں کسٹم اور لاجسٹکس آپریشنز کی قدری زنجیر کے ساتھ معیاریت اور مطابقت کے لیے کثیر قومی نقل و حمل کی راہداریاں اپنانے کی طرف منتقل ہورہے ہیں۔ یہ ہمیں علاقائی معیشتوں کے ساتھ پاکستان کے بڑھتے ہوئے تجارتی انضمام کے اگلے تقاضے کی طرف لے جاتا ہے۔

فلاحی و تجارتی فوائد کے حصول کے حوالے سے پاکستان کے لیے علاقائی معیشتوں کے ساتھ تجارتی ارتباط بڑھانا ضروری ہے

شاید، پاکستان کے مجموعی تجارتی تحرکات میں علاقائی تجارت کی تقریباً عدم موجودگی سب سے کمزور ترین کڑی ہے۔ چین کے علاوہ کسی علاقائی معیشت سے پاکستان کا تجارتی رشتہ انتہائی کم ہے۔ بالخصوص، ہر گزرتے برس کے ساتھ بڑھتے ہوئے فاصلے کے ساتھ جنوب ایشیائی معیشتوں کے درمیان بین الخطہ تجارت، جو بنیادی طور پر دیرینہ جغرافیائی و سیاسی کشیدگی کی وجہ سے زائل ہوگئی، جو ممکنہ صلاحیت

کے ایک تہائی سے بھی کم پائی گئی ہے۔[16] تاہم یہ حیران کن نہیں، شواہد سے پتا چلتا ہے کہ مجموعی عالمی جی وی سی تجارت میں جنوب ایشیائی معیشتوں کے مابین ہونے والی علاقائی تجارت کا حصہ صرف 0.8 فیصد رہا ہے، جو ای او آر اے کے ڈیٹا بیس کے مطابق 1990ء اور 2015ء کے درمیان پست ترین ہے۔ موازنہ کیا جائے تو، یورپ اور وسط ایشیا کے مابین ہونے والی بین الخطہ تجارت مجموعی عالمی جی وی سی تجارت کا 43.1 فیصد ہے۔ یہاں سخت تجارتی پابندیوں کا بالخصوص ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا۔ باقی دنیا کے مقابلے میں جنوب ایشیائی معیشتوں نے اپنے علاقائی ہم منصبوں کے حوالے سے کافی حد تک محدود تجارتی پالیساں نافذ کر رکھی ہیں (**شکل خ1.7**)۔

* شکل خ1.7: جنوب ایشیائی معیشتوں میں تجارتی پابندیوں کے واقعات

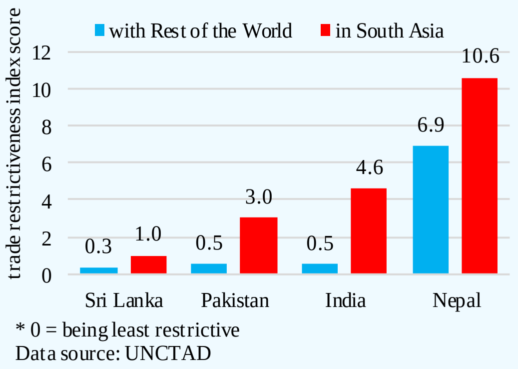

حوصلہ افزا طور پر، چین پاکستان اقتصادی راہداری کے تحت ہونے والی پیش رفت پاکستان کو وسط ایشیائی اور دیگر بیلٹ اینڈ روڈ انی شیٹو (بی آر آئی) رکن ریاستوں کے ساتھ قریبی ربط کا موقع فراہم کرتی ہے۔ تاہم جنوب ایشیائی ریاستوں کے لیے لازمی ہے کہ بھرپور فلاحی و تجارتی فوائد کے لیے ایک دوسرے کے حوالے سے اپنی تجارتی پالیسی کو نرم کریں۔

حتمی طور پر ملک کے شعبۂ خدمات کی برآمدات میں اضافہ ضروری ہے

اگرچہ ملکی جی ڈی پی اور افرادی قوت میں شعبۂ خدمات کا حصہ مسلسل بڑھ رہا ہے، لیکن اس کی برآمدات میں اسی تناسب سے اضافہ نہیں ہوا ہے۔ تاہم دنیا بھر میں اشیاسازی کے شعبے کی 'خدمات کاری' جاری ہے، اس لیے جی وی سی کے لحاظ سے شعبۂ خدمات کی اہمیت بڑھتی جا رہی ہے۔[17] اس ضمن میں پاکستان کے لیے ضروری ہے کہ عالمی پیداواری نیٹ ورکس کے ساتھ انضمام کو بہتر بنانے کے لیے اپنی خدمات کی برآمدات میں اضافہ کرے۔

---

16 جنوبی ایشیا میں علاقائی اقتصادی تعاون اور انضمام کی صلاحیت کو غیر مقفل کرنا: امکانات، دشواریاں اور مستقبل کی راہ، ایس ایس ڈبلیو اے کی کتب اور تحقیقی رپورٹس، یو این ای ایس سی اے پی، جنوب اور جنوب مغربی ایشیائی دفتر (2018ء)۔

17 رائے، ایف۔، اگناٹینکو، اے۔، اینڈ مرچیوا، بی۔، عالمی قدری زنجیریں: اس کے فوائد کیا ہیں اور ممالک اس میں کیوں حصہ لیتے ہیں؟ آئی ایم ایف ورکنگ پیپر نمبر 19/18 2019ء۔

حال ہی میں، اس حوالے سے واضح پیش رفت ہوئی ہے۔ وزارتِ تجارت نے حال میں ای کامرس کا مسودہ متعارف کروایا ہے، جبکہ اسٹیٹ بینک الیکٹرانک منی انسٹیٹیوشنز گائیڈ لائنز کا مسودہ جاری کر چکا ہے۔ آئی ٹی اور ٹیلی کام کی وزارت کی طرف سے جاری کردہ ڈجیٹل پاکستان پالیسی کے تحت اور اس سے وابستہ مقاصد کی تکمیل کے لیے دونوں ہی کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح، متعدد انکیوبیٹرز اور ایکسلریٹر 4 آئی آر (کلاؤڈ کمپیوٹنگ، ڈیٹا اینالیٹکس، آئی سی ٹی، تھری ڈی پرنٹنگ، اور تکثیرِ حقیقت، وغیرہ) کے تحت نو آموز افراد کو مالی اعانت اور سہولت فراہم کر رہے ہیں۔ وسط تا طویل مدتی لحاظ سے ان کاوشوں کا براہِ راست فائدہ ملک کی آئی ٹی برآمدات کو ہوگا، جبکہ ٹیکنالوجی پر پیش رفت پر توجہ بالواسطہ طور پر اشیاسازی اور زرعی مصنوعات میں پیداواریت اور مسابقت بڑھانے پر منتج ہوگی۔ مستقبل میں ملکی اداروں کے جی وی سیز میں پائیدار اور معنی خیز انضمام کو یقینی بنانے کے لیے یہ دونوں پیش رفتیں ناگزیر ہیں۔